مہلک امراض سے اسقاط حمل کی انتہائی مدت

URDU-ABORTION AND TIME LIMIT DUE TO DEADLY DISEASES

Dr. Syed Bacha Agha*, Dr. Muhammad Nawaz**

The Scholar Islamic Academic Research Journal || Web: www.siarj.com ||
P. ISSN: 2413-7480 || Vol. 4, No. 1 || Jan-June 2018 || P. 119-129

DOI:10.29370/siarj/issue6ar8

URL: https://doi.org/10.29370/siarj/issue6ar8

ABSTRACT:
Abortion is when a pregnancy is ended so that it doesn't result in the birth of a child. Sometimes it is called termination of pregnancy. In Islam, it is forbidden (haram) *to abort the fetus and if this is done, it would result in the* Diyah *having to be paid. The Diyah is the responsibility of the person who was in charge of carrying out the abortion. If the pregnancy is a danger to the life of the mother or would result in her become handicapped, then it is permissible for her to abort the child before the time when the soul has been infused into the body. However it is not permissible to abort the child once the soul has come into the body and the fetus starts to move (inside the womb) and the mother must carefully watch over and give special attention to the child inside her and must make sure that it is brought into the world at the appropriate time. This article explains deeply about the Abortion according to Islamic thoughts.*

Keywords: Deadly diseases, Abortion, Pregnancy, Embryo, fetus, Islamic thoughts.

کلیدی الفاظ: مہلک امراض،اسقاط حمل، حمل، جنین، حمیل،اسلامی تعلیمات

*Assistant Professor, Govt: Post Graduate College, Quetta, Pakistan. Email: agha211179@gmail.com

** Assistant Professor, University of Gujrat, Gujrat, Pakistan
Email: dr.nawaz@uog.edu.pk

قیام حمل کے نتیجے میں رحم کے اندر بننے والے حصیلہ یعنی بچے کا (جو جنین embryo یا نا قابل حیات حمیل fetus کے مراحل میں ہو سکتا ہے) قبل از وقت خارج ہو جانا یا نکل جانا اسقاط کہلاتا ہے۔ بالفاظ دیگر اسقاط حمل سے مراد ایک ایسا عمل جس کے دوران رحم مادر میں موجود بچہ جو جنین یا حمیل کے مراحل سے گزر رہا ہے اس کا رحم سے خارج ہو جانا۔ یہ عمل بچے کی موت کا باعث بنتا ہے یا پھر خود بچے کی موت کے باعث بھی ہو سکتا ہے۔ اس کا مکمل طبّی نام اسقاط حمل ہے کیونکہ اسقاط کا لفظ دیگر مفہوم میں بھی ادا کیا جاتا ہے۔ اسقاط کا عمل خود بخود قدرتی طور پر بھی ہو سکتا ہے اور انسانی مداخلت سے بھی، اسی لئے اس کو دو اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے، ایک کو مختاری اسقاط (spontaneous abortion) یعنی خود بخود کسی بھی طبّی وجہ سے ہو جانے والا اسقاط جس کو miscarriage بھی کہا جاتا ہے اور دوسرا امائلی اسقاط (induced abortion) یعنی انسانی مداخلت سے اور جراحی یا کیمیائی طریقوں کے ذریعہ مائل کیا جانے والا اسقاط۔ بہر حال انسان اللہ تعالیٰ کی صفات اور قدرت کاملہ کا سب سے بڑا اور اعلیٰ مظہر ہے جو قدرت کا عظیم اور خوب صورت شاہکار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس عظیم شاہکار کی بلاضرورت اور فساد کے بطن مادر یا بطن دنیا میں توڑ پھوڑ ایک عظیم گناہ ہے، ہاں ماں کے پیٹ میں اس میں جان پڑنے سے پہلے اس کو ضرورت شدیدہ کی صورت میں ضائع کیا جا سکتا ہے۔ فقہائے کرام نے اس صورت میں اسقاط حمل جنین کے لئے انتہائی مدت 120 دن مقرر کی ہیں، لیکن جدید میڈیکل تحقیق کے مطابق اسقاط حمل کے لئے مدت 40 دن ہونی چاہیے۔ بہر حال اس صورتحال کا تفصیلی جائزہ حسب ذیل لیتے ہیں۔

تخلیق انسانی کے مراحل:

انسان کے تخلیقی مراحل کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

فَاِنَّا خَلَقنٰکُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطفَةٍ ثُمَّ مِن عَلَقَةٍ ثُمَّ مِن مُّضغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَیرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَکُم[1]

ترجمہ: ہم نے تم کو مٹی سے بنایا پھر نطفہ سے، پھر خون کے لو تھڑے سے، پھر بوٹی سے، کہ پوری ہوتی ہے اور ادھورے بھی تا کہ تمہارے سامنے (اپنی قدرت) ظاہر کریں۔

اسی طرح ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[1] *AL-Quran (22): 5*

ثُمَّ خَلَقنَاالنُّطفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقنَاالعَلَقَۃَ مُضغَۃً فَخَلَقنَاالمضغَۃَ عِظٰمًافکَسَونَا العِظٰمَ لَحَمًاثُمَّ اَنشَانٰہُ خَلقًا اٰخَر[2]

ترجمہ: پھر ہم نے نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنایا پھر ہم نے اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کی بوٹی بنادیا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنادیں، پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر ہم نے اس کو ایک دوسری مخلوق بنادیا۔

نطفہ:

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ:

النطفۃ الماءالصافی ویعبرھا عن ماءالرجل۔[3]

"صاف پانی، آدمی کے پانی کو کہتے ہیں یعنی منی۔"

قرآن مجید میں بھی نطفہ کو پانی کہا گیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَھُوَ الذی خلق من الماء بشرا۔[4]

ترجمہ: اور وہ ہے جس نے پانی سے (یعنی نطفہ سے) آدمی کو پیدا کیا۔

اسی طرح ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

خُلِقَ مِن مَّآء دَافِقٍ۔[5]

ترجمہ: وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔

یہاں بھی اچھلتے پانی سے مراد منی ہے، اللہ تعالیٰ نے منی پر پانی کا اطلاق کیا ہے حالانکہ طبّی تحقیق اور تدقیقی آلات (خوردبین) سے پتہ چلتا ہے کہ مادہ منویہ دراصل اپنی مخصوص شکلوں میں بے شمار متحرک جاندار کیڑوں (کرم) کا نام ہے۔ ان متحرک جاندار کیڑوں کو پانی کیوں کہا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شرعی حقائق کے سمجھانے میں مدار (کھلی آنکھ، ننگی آنکھ، عینک یا دوربین کے بغیر) اور مشاہدہ پر ہے، نہ کہ طبّی آلات اور دوربین پر۔[6]

علقہ:

---

[2] *AL-Quran (23):5*
[3] Al-Raghib Al-Asfahani, *Mufradat Alfaz Al-Quraan Fi Ghareeb Al-Quraan*, 496.
[4] *AL-Quran (25): 57*.
[5] *AL-Quran (68): 6*.
[6] Numani, *Mahnama Al-Haq*, V. 49 P.44.

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ:

والعلق الدم الجامد ومنه العلقة التی یکون منبه الولد۔[7]

ترجمہ: علق سے مراد جما ہوا خون ہے جس سے ولد بنتا ہے۔

مضغة:

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ:

القطعة من اللحم قدر ما یمضغ۔ اسما للحالة ینتهی الیها الجنین بعد العلقة[8]

"گوشت کا ٹکڑا۔علقہ کے بعد جنین کی انتہائی حالت کا نام مضغہ ہے۔"

انسان کی تخلیقی تکمیل کی مدت:

طبّی ذرائع اور حدیث کے مطابق بار آوری کے 120 دن بعد جنین میں زندگی کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں، ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ:

"ان احدکم یجمع خلقه فی بطن امه اربعین یوما نطفة ثم یکون علقة مثل ذالک ثم یکون مضغة مثل ذالک ثم یبعث الله ملکا ویؤمر باربع کلمات ویقال له اکتب عمله ورزقه واجله وشقی او سعید ثم ینفخ فیه الروح۔"[9]

"تم میں سے ہر ایک رحم مادر میں چالیس دن تک نطفہ کی شکل میں برقرار رہتا ہے، پھر اتنی مدت ''علقہ'' میں رہتا ہے، پھر وہ ''مضغہ'' میں تبدیل ہو جاتا ہے، پھر چالیسویں دن اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اسے چار باتوں کا حکم دیتا ہے کہ اس کا عمل، رزق، اجل اور نیک بخت و بد بخت ہونا لکھ لو، پھر اس میں روح پھونکتا ہے۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نطفہ، علقہ اور مضغہ میں ہر ایک پر چالیس دن گزرتے ہیں جس سے 120 دن بنتے ہیں پھر روح پھونک دی جاتی ہے، معلوم ہوا کہ جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ چالیس دن میں نطفہ مکمل انسان بن

[7] Al-Raghib Al-Asfahani, *Mufradat Alfaz Al-Quraan Fi Ghareeb Al-Quraan*, 342.
[8] Al-Raghib Al-Asfahani, 496.
[9] Bukhari, *Saheeh Bukhari*, V. 1, P.456.

جاتاہے یا اس میں روح آجاتی ہے ان کا قول صحیح نہیں۔120 دن کے بعد جنین میں نفخ روح صراحتاً معلوم ہوا ہے، اور چالیس دن کے بعد نفخ روح ایک احتمالی بات ہے اور احتمالی باتوں سے صراحت والی باتوں پر اثر نہیں پڑتا۔ جن احادیث سے معلوم ہوتاہے کہ چالیس دن بعد روح ڈالی جاتی ہے اس کا علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ چالیس دن بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتوں کی تخلیقی و تکوینی کاروائیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ فرشتوں کی ان تخلیقی کاروائیوں کے ساتھ 120 دن بعد جنین میں روح ڈالنے کے ساتھ کوئی تعارض نہیں۔ جن احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ 40 دن بعد جنین کے اعضاء بن جاتے ہیں اور ان میں جان پڑ جاتی ہے ممکن ہے طبّی آلات سے بھی اس مدت میں جنین متحرک نظر آتاہو یہ ناممکن نہیں۔جب نطفہ میں بے شمار متحرک جاندار کرم موجود ہیں حالانکہ ان میں یقیناً اصل روح نہیں پھونکی گئی ہے تو40دن بعد جنین میں تخلیقی عمل شروع ہوجانے کے بعد بھی جنین کا جاندار معلوم ہونا بعید نہیں لیکن اس جاندار جنین کو متحرک کرنے والی شے کیاہے؟اصل روح اس میں بھی نہیں ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ :اس جاندار جنین میں حرکت پیدا کرنے والی شے اصل روح نہیں (جس کو روح ربانی، روح الٰہی، روح قدسی، روح فوقانی اور نفس ناطقہ کہتے ہیں اور یہ روح کا اعلیٰ درجہ ہے، یہ روح ایک غیر متبدل حقیقت ہے) بلکہ اس جنین میں روح حیوانی ہے۔[10]اس سلسلے میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے تفصیلی بحث کی ہے، فرماتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ روح کے متعلق اولاً یہ معلوم ہوتاہے کہ وہ حیوان میں زندگی کا باعث ہوا کرتی ہے، جب حیوان میں روح ڈال دی جاتی ہے تو وہ زندہ ہو جاتا ہے اور جب نکال لی جاتی ہے تو وہ مر جایا کرتا ہے۔اس کے بعد غور کرنے سے معلوم ہوتاہے کہ روح بدن میں ایک لطیف بھاپ ہے ''ان فی البدن بخاراً لطیفا متولدا فی القلب من خلاصة الاخلاط یحمل القوی الحساسة والمتحرکة والمدبرة للغذاءیجری فیه حکم الطب'' روح بدن میں ایک لطیف بھاپ ہے جو اخلاط کے خلاصہ سے پیدا ہوتی ہے حس کرنے کی، حرکت کرنے کی اس میں وہ سب قوتیں ہوتی ہیں جو تدابیر غذا کے متعلق ہیں۔ طب کے احکام کو اس بھاپ سے بڑا تعلق ہے۔ تجربے سے معلوم ہوتاہے کہ اس بھاپ کے رقیق ہونے کا اور غلیظ ہونے کا، صاف اور مکدر ہونے کا بدنی قوتوں پر اور ان افعال پر جو ان قوتوں سے پیدا ہوتے ہیں بڑا اثر پڑتا ہے، اگر اس عضو پر یا اس بھاپ کے پیدا ہونے پر جس کو عضو سے تعلق ہے کوئی آفت پہنچتی ہے تو وہ بھاپ بگڑ جاتی ہے اس کے کام مختل اور پریشان ہو جاتے ہیں، اس بھاپ کی موجودگی

[10] Numani, *Mahnama Al-Haq*, V. 49. P.47.

سے زندگی باقی رہتی ہے اوراسکے تحلیل ہوجانے سے موت ہوجاتی ہے ''ویستلزم تکوّنه الحیاۃ وتحلله الموت''۔ بادی النظر میں روح اسی کا نام ہے لیکن گہری نظر میں یہ روح کا ادنی طبقہ یا نچلا درجہ ہے اور بدن میں اس کی مثال ایسی ہے جیسی گلاب میں پانی اور کوئلہ میں آگ۔ پھر جب زیادہ غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ روح، روح حقیقی کا مرکب ہے اور روح حقیقی کے بدن سے متعلق ہونے کا مادہ ہے اس لئے کہ ہم بچہ کو دیکھتے ہیں کہ وہ حیوان ہوتا ہے، بڑھا ہو جاتا ہے اور اس کے بدنی اخلاط میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے اور جو روح ان اخلاط سے پیدا ہوتی ہے وہ ہزار درجہ پہلے کی نسبت زیادہ ہوتی ہے، کسی حالت میں وہ لڑکا صغیر سن ہوتا ہے پھر وہ بڑا ہو جاتا ہے، کبھی اس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے کبھی گورا ہوتا ہے، کبھی وہ جاہل ہوتا ہے پھر عالم ہو جاتا ہے اور ان کے علاوہ اس کے اکثر اوصاف میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے لیکن اس کے وجود میں کوئی تغیر نہیں ہوتا وہ وہی رہتا ہے جو پہلے تھا۔اب ہم کہتے ہیں کہ وہ چیز جس کی وجہ سے وہ لڑکا بعینہ وہی لڑکا باقی رہا یہ روح بخاری نہیں ہوسکتی اور نہ بدن اور وہ چیزیں ہوسکتی ہیں جو کہ اس کے مشخص ہونے کی باعث ہیں اور ظاہر نظر میں دیکھی جاتی ہیں۔ ''بل الروح فی الحقیقة حقیقة فردانیة ونقطة نورانیة یجل طورها عن طور هذه الاطوار المتغیرة المتغایرة''۔ بلکہ حقیقی روح ایک جداگانہ چیز ہے وہ ایک نورانی نقطہ ہے ان تمام متغیرات سے جن میں سے بعض جوہر ہیں، بعض عرض۔اس کا ڈھنگ نرالا ہے، وہ بچہ ہونے کی حالت میں بھی ویسی ہے جیسی بڑے ہونے کی حالت میں جیسے کہ وہ سیاہ رنگی کی حالت میں ہے ایسے ہی سفیدی کی حالت میں، ایسے ہی وہ تمام اضداد کی حالت میں یکساں ہے۔اس کو ابتداءً روح ہوائی سے تعلق ہے اور ثانیاً بدن سے۔اس لئے کہ بدن روح ہوائی سے مرکب ہے، وہ عالم قدس کا ایک روزن ہے جب روح ہوائی میں قابلیت اور استعداد پیدا ہو جاتی ہے تو اس روح سماوی کا اس پر نزول ہوتا ہے۔ہم کو وجدان صحیح سے معلوم ہو گیا ہے کہ موت روح حیوانی کا بدن سے جدا ہونے کا نام ہے جس وقت کہ بدن میں روح ہوائی پیدا کرنے کی قوت نہیں رہتی، روح ہوائی سے روح قدسی کے جدا ہونے کا نام نہیں ہے۔جب مضعف امراض سے روح ہوائی تحلیل ہو جاتی ہے تو یہ حکمت الٰہی کا مقتضا ہے کہ روح ہوائی اس قدر باقی رہ جائے کہ روح الٰہی کا اس سے تعلق رہ سکے۔[11] خلاصہ یہ کہ انسان نہ بدن اور جسم کا نام ہے اور نہ روح حیوانی کا نام ہے بلکہ یہ انسان اس وقت کہلائے گا جب اصل روح (روح ربانی) کا تعلق روح حیوانی کے ذریعے بدن کے ساتھ قائم ہو جائے اور اصل روح کو تعلق بدن کے ساتھ بہ واسطہ روح حیوانی روایات کے مطابق 120 دن کے بعد قائم ہوتا ہے۔

[11] Dhalavi, *Hujjatullah Al-Balighah.*, 27–28.

انتقال تعدی کا اندیشہ:

جو عورت کسی متعدی مرض میں مبتلا ہو، اگر اسے حمل قرار پا گیا تو اس کا مرض طبّی لحاظ سے بچے کی طرف منتقل ہونے کا پورا اندیشہ ہے، جیسا کہ طبّی ماہر سید قیصر محمود اپنی کتاب Islam Ultimate Answer to the Challenge of Adids میں لکھتے ہیں کہ:

> "If a women caring the human immune- deficiency infection, becomes pregnant, there is often no way to stop her from transmitting the virus to her unborn young."[12]

ترجمہ: اگر کوئی عورت اس (HIV) وائرس کی شکار ہو اور وہ حاملہ ٹھہرے تو پھر اس کے پاس کوئی چارہ نہیں کہ وہ اس وائرس کو نوزائیدہ میں منتقل ہونے سے روک سکے۔

اسی طرح کہا گیا ہے کہ:

> "As more women in their reproductive years are infected the numbers of babies acquiring HIV vertically will increase. European studies suggest that 14% of babies born to HIV-infected women are likely to be infected although rates of up to 40% have been reported from Africa and USA. Transmission can occur in utero, during childbirth or via breast milk."[13]

"اگر ماں کے اندر یہ جراثیم موجود ہو تو یہ بچوں میں بھی پھیلتا ہے۔ ایک یورپین رپورٹ کے مطابق 14 فیصد بچے پیدائشی ایڈز زدہ ہوتے ہیں، جبکہ کئی ممالک جیسے افریقہ اور امریکہ میں مرض 40 فیصد تک جا پہنچتا ہے۔ جو کہ ماں کے رحم سے اور ماں کے دودھ کے ذریعے بچوں میں منتقل ہو جاتی ہے"

لیکن شرعاً یہ ظنیات کے قبیل سے ہے جس پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس میں کذب کا پہلو زیادہ ہوتا ہے اور حضور ﷺ کی حدیث تنبیہ کرتی ہے کہ:

ایاکم والظن فان الظنّ اکذب الحدیث[14]

ترجمہ: گمان سے بچو کیونکہ گمان سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔

[12] qaisar mehmood, *Islam Ultimate Answer to the Challenge of Adids,* 19.
[13] Praveen Kumar and Michael Clark, *Clinical Medicine,* 96–97.
[14] Suleeman bin Ashas, *Sunan Abu Dawood*, 331.

بلکہ اس حوالے سے اعلان خداوندی شاہد ہے کہ :

فاذا مرضت فھُو یشفین[15]

ترجمہ: جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ (اللہ تعالیٰ) مجھے شفاء دیتا ہے۔

چونکہ ان بیماریوں کا تجاوز شک اور ظنیات میں سے ہے اور قاعدہ موجود ہے کہ :

الیقین لایزول بالشک۔[16]

ترجمہ: یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔

نیز حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ :

ماانزل اللہ داءالّا انزل له شفاء۔[17]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا مرض نازل نہیں کیا ہے مگر یہ کہ اس کا علاج بھی نازل کیا ہے۔

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ :

ان اللہ انزل الداءوالدواء،وجعل لکل داءدواءفتداووا ولا تداووا بحرام[18]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مرض اور شفاء نازل کئے، اور ہر مرض کے لئے شفاء بھی (نازل) کردی ہے، پس تم علاج کیا کرو اور حرام سے علاج نہ کرو۔

قرآن وحدیث اور فقہی قوانین کو مد نظر رکھتے ہوئے ان باتوں پر دھیان نہیں دیا جاسکتا، اور دوسری بات یہ کہ قرآن وحدیث کی مذکورہ تعلیمات کے مطابق ان امراض کی بھی ضرور دوا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ عام اطباء کو اب تک وہ حاصل نہیں۔ لہذا اس صورت مسئلہ میں تو مرض کا بچے میں تجاوز کر جانے کے خوف سے اسقاط حمل کی تدابیر اختیار کرنا شرعاً جائز نہ ہوگا۔ لیکن پھر بھی مفاسد شتی کی رعایت کرتے ہوئے ایسی عورت بچے تک اس مرض کی منتقلی کے خوف سے اس وقت اسقاط حمل کر سکتی ہے جب تک بچے کی تخلیق نہ ہو جائے یعنی بچے میں روح پیدا نہ ہوئی ہو۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ تخلیق کا عمل 120 دن یعنی چار ماہ کے بعد ہوتا ہے اور تخلیق سے مراد بھی روح پھونکنا ہے۔

اسقاط حمل:

[15] *AL-Quran (26): 11*.
[16] Ibni Nujeem, *Al-Ishbah Walnazair*, Vol. 1, P 183.
[17] Bukhari, *Saheeh Bukhari*, Vol. 2, P 848.
[18] Suleeman bin Ashas, *Sunan Abu Dawood*, V. 2, P 18.

اب جبکہ حمل کے دو مرحلے ہیں، پہلا مرحلہ 120 دنوں سے پہلے کا مرحلہ ہے جب کہ روح پیدا نہیں ہوئی ہے، اور دوسرا 120 دنوں کے بعد کا مرحلہ جب کہ روح پیدا ہو چکی ہے۔ جب روح پیدا ہو چکی ہے تو گو بچہ کے مفاسد شتی یا متعدی و مہلک مرض سے متاثر ہونے کا اندیشہ ہو، پھر بھی اسقاط حمل جائز نہیں، اس لئے کہ جب حمل میں زندگی پیدا ہو گئی تو ایک زندہ نفس اور اس کے درمیان اس کے سوا اور کوئی فرق باقی نہیں رہ جاتا کہ ایک پردہ رحم کے غلاف میں ہے اور دوسرا اس دنیائے آب و گل میں آچکا ہے، اس لئے قتل کسی زندہ وجود کو زندگی سے محروم کردینے کا نام ہے یہ جرم اگر بطن مادر میں ہو تو بھی قتل ہے اور تلوار ولاٹھی کا سہارا لیا جائے تو بھی قتل ہے۔ لاتقتلوا اولادکم کے مخاطب اگر بچوں کو زندہ درگور کردینے والے ہو سکتے ہیں تو آخر وہ لوگ کیوں کر دامن کش ہو سکتے ہیں جو رحم مادر میں پلنے والے بچوں کو زندگی کی نعمت سے محروم کردیں۔ اس لئے نفخ روح کے بعد اسقاط حمل کے حرام ہونے پر فقہاء کا اجماع واتفاق ہے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ:

اسقاط الحمل حرام باجماع المسلمین وَهُوَمن الواد الذی قال تعالی فیه واذالموؤدۃسئلت بای ذنب قتلت۔[19]

"اسقاط حمل بالاجماع حرام ہے اور وہ اسی نفس کشی میں داخل ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن زندہ دفن کردی جانے والی معصوم بچیوں سے سوال کیا جائے گا کہ آخر تمہیں کس جرم میں قتل کردیا گیا۔"

شیخ محمد علیش مالکیؒ فرماتے ہیں کہ:

التسبب فی اسقاطه بعد نفخ الروح فیه محرم اجماعا وَهُوَ من قتل النفس[20]

"روح پیدا ہونے کے بعد اسقاط حمل کے ذرائع اختیار کرنا بالاجماع حرام ہے اور یہ قتل نفس کے حکم میں ہے۔

بہر حال روح پیدا ہونے سے پہلے انتہائی عذر کی بناء پر اسقاط حمل کی گنجائش ہے اور فقہاء کرام نے عذر کی مثال بھی دی ہے کہ جیسے ایک شیر خوار بچہ ماں کی گود میں ہو اور والد کی اتنی استطاعت نہ ہو کہ کسی دوسری عورت سے دودھ پلوا سکے، تو اس ہونے والے نومولود بچے کی غذائی ضرورت کے تحت حمل ساقط کرایا جاسکتا ہے تاکہ دودھ بند نہ ہو، جیسا کہ امام فخر الدین حسن بن منصور الاوزجندیؒ لکھتے ہیں کہ:

[19] Ibni Teemiya, *Majmoo-Ul-Fatawa.*, V. 4. P 217.
[20] Maliki, *Fathul Ali Al-Malik.*, V. 1, P 39.

المرضعة اذا ظهر بها الحبل وانقطع لبنهاوليس لابی الصغير مايستاجربه الظئر ويخاف هلاک الولد قالوا يباح لها ان تعالج فی استنزال الدم مادام الحمل نطفة او علقة اومضغة لم يخلق له عضو وقد روا تلک المدة بماة وعشرين يوما وانما اباحوا لها افساد الحمل باستنزال الدم لانه ليس بآدمی فيباح لصيانة الآدمی۔[21]

"دودھ پلانے والی عورت کو جب حمل قرار پاجائے اور اس کا دودھ خشک ہو جائے، اور بچہ کا باپ دایہ رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہو، بچہ کی ہلاکت کا خوف ہو، تو فقہاء کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں اسقاط حمل جائز ہے، جب تک کہ حمل نطفہ بستہ خون اور لوتھڑے کی شکل میں ہو اور کوئی عضو نہ بنا ہو، اس کی مدت چار مہینے متعین کی گئی ہے۔ عورت کے لئے ایسی صورت میں اسقاط حمل جائز ہو گا، اس لئے کہ اس مدت میں حمل انسان کے حکم میں نہیں ہے۔"

مندرجہ بالا بحث تو اسقاط حمل اور ضبط تولید کے حوالے سے اسلامی نظریہ ہے کہ اگر واقعی حقیقی مجبوری کے تحت اسقاط حمل یا ضبط ولادت کی تدابیر اختیار کی جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن مغرب کی بے لگام تہذیب کے پیش نظر شاید معاملہ ایسا نہیں جس طرح کہ بیان کیا جاتا ہے۔ مغرب اس کو دوسرے زاویئے مثلاً معاشی مسائل، معاشرتی ذمہ داریوں سے بچنے اور فحاشی پھیلانے وغیرہ کی نظر سے دیکھتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ سوچ اسلامی شریعت اور مزاج کے عین نقیض ہے۔ وہ کہتے ہیں آبادی بڑھنے سے لوگ بھوکے مریں گے، معاشرتی واقتصادی مسائل پیدا ہونگے جن پر قابو پانا ناممکن ہو گا۔ ہم کہتے ہیں کہ معاشی اور معاشرتی مسائل کا حل یہ نہیں کہ آبادی کو کنٹرول کیا جائے، بلکہ جب تک جاگیر داری و سرمایہ داری نظام سایہ فگن رہے گا فتنہ وفساد کا بازار گرم رہے گا۔ لوگوں کی غربت کا سبب یہ نہیں کہ آبادی زیادہ ہے اور وسائل رزق کم، آج جو وسائل رزق دنیا کو حاصل ہیں ان کا عشر عشیر بھی پہلے لوگوں کو حاصل نہ تھے۔ آج کے متوسط آمدنی والے انسان کو زندگی کی جو آسائشیں حاصل ہیں وہ پہلے زمانے کے امیر کبیر لوگوں کو خواب میں بھی کبھی نہ ملی ہوں گی۔ حقیقت یہ ہے کہ قدرت کے خزانوں میں کمی نہیں، وسائل رزق بہت زیادہ ہیں لیکن سرمایہ دار، جاگیر دار اور مٹھی بھر عیاش طبقہ ان وسائل پر دیو بن کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ سود، رشوت، چور بازاری اور دوسرے ناجائز طریقوں سے جو قومی دولت لوٹی گئی ہے وہ ان سے لیکر کر محروم طبقوں میں منصفانہ طور پر تقسیم کی جائے اور اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے زکواۃ کا مکمل نظام رائج کیا

[21] Fakhr-ud-Din Hassan bin Mansoor, *Fatawa Qazi Khan*, V. 3. P. 410.

جائے، ان کو سادہ زندگی کا خوگر بنایا جائے اور ان کی فضول شاہ خرچیوں سے قومی سرمایہ بچا کر عوام کی پسماندگی دور کرنے پر صرف کیا جائے تو کوئی بھی مسئلہ درپیش نہیں ہوگا۔ ملکی صنعت و تجارت اور اعلی ملازمتوں پر اشرافیہ طبقہ قابض ہے اور گویا اللہ تعالٰی کے پیدا کی ہوئی تمام نعمتیں ان کے لئے مہیا ہیں جبکہ غریب اور اس کا سارا خاندان ان نعمتوں سے محروم ہے، تو لازمی طور پر غربت کی شرح میں اضافہ ہوگا، اور غریب کے منہ سے چھینے گئے نوالے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اشرافیہ طبقے کے بچے بچپن سے ہی مغرور، متکبر، ظالم، عیاش، بدمعاش اور اپنے بڑوں کے نقش قدم پر ہوں گے اور سیاست و حکومت، اقتصاد و معاش ان کے قبضہ میں ہوگا۔ لہذا یہ محض بہانے اور طفل تسلیوں کے سوا کچھ بھی نہیں، معاشی و معاشرتی حالات سدھارنے ہیں تو اس کا واحد حل اسلامی احکامات پر عملدرآمد ہے۔

نتیجہ و خلاصہ:

کسی بچے کا موروثی طور پر کسی (یقینی باصول اطباء) متعدی یا مہلک مرض کے ساتھ پیدا ہونا دودھ نہ پلوانے کے سبب سے شدید تر عذر ہے۔ اس لئے 120 دنوں سے کم کا حمل ساقط کرائے جانے کی گنجائش ہے اور کسی ناگزیر عذر اور غیر معمولی مجبوری کے تحت ایسے حمل کا اسقاط کیا جاسکتا ہے۔ رحم مادر میں استقرار حمل جب تک 120 دن یعنی چار ماہ کا نہ ہو جائے، حمل ضائع کرنا جائز ہے۔ جب چار ماہ کا بچہ بطن مادر میں ہو جائے تو اب اسے ضائع کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے، کسی صورت میں اس جنین کو ساقط نہیں کیا جاسکتا بلکہ یہ قتل نفس کے حکم میں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ وقفے سے بچوں کی پیدائش سے زچہ وبچہ کی صحت پر اور بچوں کی دیکھ بھال پر منفی اثرات پڑیں گے، تو اس صورت میں ہر عورت کے لئے ضبط تولید کے مفید اصولوں کو اپنانا نہ صرف جائز بلکہ مناسب تر ہے۔ بچے کی پیدائش پر ماں کو جن تکالیف، کمزوریوں اور دشواریوں سے گزرنا پڑتا ہے اس کا اندازہ عورتیں ہی کرسکتی ہیں۔ ہر ماں گویا مر کر دوبارہ زندہ ہوتی ہے، پھر پیدا ہونے والے بچے کو دو سال تک دودھ پلانا ماں کی ذمہ داری اور بچے کا حق ہے جس میں بے شمار جسمانی اور روحانی فوائد ہیں۔ ماں کے دودھ کا نعم البدل بالکل نہیں۔ لہذا پے درپے بچے پیدا کرنے سے ایک تو ماں کی جسمانی صحت بری طرح متاثر ہوتی ہے دوسرے بچوں کو ان کا وہ شرعی حق نہیں ملتا جو قرآن نے ان کو دیا ہے یعنی مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس تک دودھ پلائیں۔